وادیٔ کشمیر اور اقبال کا نغمۂ سوز دروں

کلیدی الفاظ: متشکل #فلسفہ وفکر #خلش #ساقی نامہ #سیماب

عمران اعظم
ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو،
دہلی یونیورسٹی، دہلی ۱۱۰۰۰۷

مخلص: بیسویں صدی کے معروف اردو شاعر علامہ اقبال (۱۸۷۷-۱۹۳۸) کی ادبی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان شاعری زمین اور آسمان کے رشتوں سے متشکل ہوئی ہے۔ علامہ اقبال کا تعلق سرزمین کشمیر سے بہت پرانا تھا اس لئے کہ ان کے اجداد کشمیری پنڈت تھے۔ کشمیر جوان کی ذات اور زندگی کا جز ولانیفک تھا اس سے ان کی وابستگی کا اظہار ان کی شاعری میں کہیں براہ راست اور کہیں اشاروں میں موجود ہے۔ اس مضمون میں، میں نے اقبال کے تخلیقی رویوں کو موضوع بنایا ہے اور اس پس منظر میں وادی کشمیر کی صورت گری کو دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس مضمون میں، میں نے حتی الامکان ان تمام انسلاکات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن سے اقبال اور کشمیر کا رشتہ واضح ہوتا ہے اور صرف واضح ہی نہیں ہوتا بلکہ دونوں کے درمیان محبوب کی صورت واضح ہوتی ہے۔

* * *

بیسویں صدی کے معروف اردو شاعر علامہ اقبال (۱۸۷۷-۱۹۳۸) کی ادبی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ نثر اور نظم دونوں میں انہوں نے بیش بہا کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ان کی شاعری مقبول ہوئی ہے۔ اردو شاعری میں ان کے چار مجموعے بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم اور ارمغان حجاز شامل ہیں جب کہ فارسی میں اسرار خودی، رموز بے خودی، پیام مشرق، زبور عجم اور جاوید نامہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کی غزلوں اور نظموں میں جو شعری وفکری رویہ موجود ہے وہ اپنے قاری کو بہت متاثر کرتا ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری زمین اور آسمان کے رشتوں سے متشکل ہوئی ہے اس لیے ان کی شاعری میں جہاں ایک طرف انسانی جذبوں کی فراوانی ملتی ہے وہیں روحانی کیفیات بھی ان کی شاعری کا امتیاز ہے۔ فلسفہ وفکر کے اعتبار سے بھی اقبال کی شاعری خاصی مقبول رہی ہے۔ انہوں نے اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ میں نے ہیگل، گوئٹے، مرزا غالب، عبد القادر بیدل اور وَرڈز وَرتھ سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ مذکورہ مفکرین کی فکری بصیرت سے جو نئی آئینہ سامانی اقبال نے کی ہے اس سے بھی ان کے تخلیقی رویے کا پتہ چلتا ہے۔ اس مضمون میں، میں نے اقبال کے تخلیقی رویوں کو موضوع بنایا ہے اور اس پس منظر میں وادی کشمیر کی صورت گری کو دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ اقبال کا تعلق سرزمین کشمیر سے بہت پرانا تھا اس لئے کہ ان کے اجداد کشمیری پنڈت تھے۔ کشمیر جو ان کی ذات اور زندگی کا جز ولاینفک تھا

اس سے ان کی وابستگی کا اظہار ان کی شاعری میں کہیں براہ راست اور کہیں اشاروں میں موجود ہے۔ اس مضمون میں، میں نے حتی الامکان ان تمام انسلاکات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن سے اقبال اور کشمیر کا رشتہ واضح ہوتا ہے اور صرف واضح ہی نہیں ہوتا بلکہ دونوں کے درمیان محبوب کی صورت واضح ہوتی ہے۔

اقبال اور کشمیر کا رشتہ بہت اہمیت کا حامل ہے اس لیے نہیں کہ کشمیر ارض خداوندی پر جنت نظیر وادی ہے بلکہ اس لئے کہ اقبال کے اجداد کشمیر الاصل تھے اسی لئے اقبال کا کشمیر کے ساتھ جو تعلق تھا اس کو روحانی تعلق کہا جا سکتا ہے۔ مطالعہ اقبال سے پتہ چلتا ہے کہ کشمیر کا ذکر ان کے نزدیک محبوب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال نے ”تنم گلِ زخیابانِ جنت کشمیر“ کہہ کر اپنے کشمیری الاصل ہونے پر فخر کیا ہے۔ اقبال کے افکار میں بہت کچھ ایسا ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کشمیر سے بہت کچھ لیا ہے جس کا اظہار ان کی شاعری میں جا بجا اشارتاً نظر بھی آتا ہے۔ جس طرح اقبال کو کشمیر کا ذکر پسند تھا ٹھیک اسی طرح اہل کشمیر کے لئے بھی ذکر اقبال اسی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے کہ اہل کشمیر کے دلوں میں اقبال اور کلام اقبال کے ساتھ جو لگاؤ ہے اس کا اظہار بہت مشکل ہے۔ اقبال پر جو سب سے پہلے جو مضمون قلم بند کیا گیا وہ ایک کشمیری ادیب کا ہی مرہون منت ہے اس مضمون کے مصنف محمد الدین فوق تھے جنھوں نے اپریل ۱۹۰۹ء میں ماہنامہ کشمیر میگزین میں اسے شائع کیا تھا۔ علامہ اقبال پر اردو زبان میں کتاب

لکھے جانے سے قبل انگریزی زبان میں کتاب شائع ہوئی تھی جس کو نواب ذوالفقار علی خان نے ۱۹۲۲ء میں voice from the A east کے نام سے شائع کیا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں ایک کتاب اقبال کے عنوان سے مولوی احمد دین نے شائع کی تھی حالانکہ یہ کتاب ۱۹۲۴ء میں ہی طبع ہوئی تھی لیکن بعض مقامات پر اقبال کو اعتراض تھا اس لئے دوبارہ ۱۹۲۶ء میں اسے شائع کیا گیا۔

جگن ناتھ آزاد نے اقبال اور کشمیر کے بارے میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

> ''اقبال اور کشمیر کے بارے میں فیصلہ کرنا کہ محبّ کون ہے اور محبوب کون ہے ذرا مشکل سی بات ہے۔ دونوں طرف یکساں جذبہ محبت بلکہ جذبہ عشق نظر آتا ہے''(اقبال اور کشمیر ص ۱۷)

جگن ناتھ آزاد کے اس قول کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی یعنی سینہ اقبال میں بھی کشمیر سے محبت کا جذبہ موجزن ہے۔ اقبال جب بی اے کی تعلیم حاصل کر رہے تھے تو اس وقت بھی انہوں نے انجمن کشمیر کے اجلاس میں فلاح قوم نامی نظم پڑھی۔ جسکی ابتداء یہ ہے:

کیا تھا گردش ایام نے مجھے محزوں

بدن میں جان تھی جیسے قفس میں صید زبوں
چڑھائی فوج علم کی ہوئی تھی کچھ ایسی
علم خوشی کا میرے دل میں ہوگیا تھا نگوں

اقبال سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اور ان کے اجداد کشمیر سے نقل مکانی کر کے یہاں آئے تھے۔ اقبال میں اس ہجرت کی وجہ سے ایک خلش تھی ایک بے چینی تھی اور کشمیر سے جدائی کا احساس تھا جس وجہ سے کشمیر کی یاد ہمیشہ ان میں تازہ رہتی تھی اس بلبل کی طرح جس کو چمن سے دور کر دیا گیا ہو اور آشیاں بھی اس چمن میں ہو جو جنت بے نظیر ہو تو اب تصور کیجئے کہ اس بلبل کی کیا حالت ہوگی یہی کیفیت اقبال کی ہے جس کی ترجمانی اقبال نے اپنے خود ایک قطعہ میں کی ہے کہ:

موتی عدن سے لال ہوا ہے یمن سے دور
یا نافہ غزال ہوا ہے ختن سے دور
ہندوستاں میں آئے ہیں کشمیر چھوڑ کر
بلبل نے آشیانہ بنایا چمن سے دور

جب انسان بے وطن ہو تو اسے اپنے وطن کی یاد بہت ستاتی ہے اور ایسے میں کوئی چیز جو اس کے وطن سے تعلق رکھتی ہو نظر آتی ہے تو اس کو اس سے اپنائیت کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور اگر کوئی انسان مل جائے جو اس کے وطن کا رہنے والا ہو تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ اقبال نے بھی ان لوگوں کے لئے جو ۱۸۵۷ء میں کشمیر

چھوڑ کر سیالکوٹ میں آباد ہوئے تھے ایک قطعہ لکھا کہ:

کہکشاں میں آکر اختر مل گئے
ایک لڑی میں آکے گوہر مل گئے
واہ واہ کیا محفل احباب ہے
ہم وطن غربت میں آکر مل گئے

اقبال نے اہل کشمیر کی زندگی کے مسائل اور معاملات کو جس باریک بینی سے دیکھا اور سمجھا ہے اس سے اقبال کی کشمیر محبت جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اپنے اشعار میں اقبال نے کشمیر میں ہو رہے ظلم واستبداد کو جس منفرد اسلوب و لہجے کے ساتھ بیان کیا ہے وہ صرف اقبال ہی کا خاصہ ہے۔ اہل کشمیر کی لاکھ پریشانیوں کے باوجود اپنے وطن کو نہ چھوڑنے کی حقیقت کو بھی اقبال نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنے اشعار میں سمویا ہے:

ظلم سہتے ہیں وطن اپنا نہ جن سے چھٹ سکا
شکوہ ان حکام پر اے دل نہیں تیرا بجا
کیا عجب کشمیر میں رہ کر جو ہے ان پر جفا
پائے گل اندر چمن دائم پر است از خارہا

ساتھ ہی اقبال اس قوم کو لفظ کشمیر سے تفق وتحد کا بھی پیغام دیتے ہیں کیونکہ اتحاد زندگی ہے اور اختلاف موت اور کہتے ہیں اتحاد ہی کے ذریعہ بڑے سے بڑے معرکے سر کئے جا سکتے ہیں اغیار کی نظر میں وہی قوم موقر ہے جو کسی ایک دھاگے میں پروئی ہوئی ہو:

سو تدابیر کی اے قوم ہے اک تدبیر
چشم اغیار میں بڑھتی ہے اسی سے توقیر
در مطلب ہے اخوت کی صدف میں پنہاں
مل کے دنیا میں رہو بن کے حروف کشمیر

علامہ اقبال نے اپنی مشہور نظم ساقی نامہ میں اس پر بہار سرزمین کی خوبصورت منظر کشی کی ہے۔ ساقی نامہ کے پہلے بند میں موسم بہار کے حوالے سے جو تصوراتی تصویر کشی کی ہے وہ اردو کی فطری شاعری میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ موسم بہار کی منظر کشی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ موسم بہار خیمہ زن ہو چکا ہے اور جیسے ہی موسم بہار آیا ہے تو پہاڑ کے دامن میں طرح طرح کے رنگ برنگے پھول اگ آئے ہیں جس کو دیکھ کر باغ ارم کا گمان ہوتا ہے اور اس باغ میں گلاب، نرگس، سوسن، لالہ، اور نسرین کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ ساری کائنات پھولوں کی رعنائیوں میں کھو کر رہ گئی ہے اور اس منظر سے یہاں کی ساری فضا معطر و منور و مخمور ہو چکی ہے اور یہ موسم بہار صرف فضا میں اثر انداز نہیں ہوا بلکہ پہاڑ اور ندیاں بھی اس سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔ ندیاں خراماں خراماں رواں دواں ہیں۔ کبھی خوشی سے ان کے بہاؤ میں تیزی آجاتی ہے تو کبھی پتھروں میں دھیمے دھیمے سرکتی ہیں مگر یہ پر پیچ راستوں سے گزرتے ہوئے میدانی علاقے تک پہنچ ہی جاتی ہیں۔ اقبال نے اس جوئے کہستاں کے ذریعہ جہد مسلسل کی تعلیم دی ہے کہ جس طرح جوئے کہستاں پتھروں سے ٹکراتی ہوئی اپنے منزل مقصود کو

پا لیتی ہے اسی طرح کسی بھی چیز کے حصول کے لیے جہد مسلسل بہت ضروری ہے:

ہوا خیمہ زن کاروان بہار
ارم بن گیا دامن کوہسار
گل و نرگس و سوسن و نسترن
شہید ازل لالہ خونی کفن
جہاں چھپ گیا پردہ ٔ رنگ میں
لہو کی ہے گردش رگ ِسنگ میں
فضا نیلی نیلی ہوا میں سرور
ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور
وہ جوئے کوہستاں اچکتی ہوئی
اٹکتی ، لچکتی ، سرکتی ، ہوئی
اچھلتی ، پھلتی ، سنبھلتی ہوئی
بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی
رکے جب تو سل چیر دیتی ہے یہ
پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ

اقبال نے جہاں کشمیر کے مناظرِ فطرت کے ذریعہ اردو ادب کے گل لالہ کے مرغ زاروں کو سینچا ہے وہیں کشمیر کے زعفران کے کھیتوں سے ابھرتی ہوئی خوشبوؤں نے اقبال کی شاعری کو معطر کیا ہے۔ اقبال نے اپنی نظم ''ایک آرزو'' میں اپنی آرزو کو بیان کرتے

ہوئے کوہستانی علاقے کی منظر کشی میں اس کا ثبوت بھی دیا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو:

صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو
ہو دل فریب ایسا کوہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بن کے اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو
آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو
پانی کو چھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

جاوید نامہ اقبال کی ایک طویل نظم ہے جس میں انہوں نے کشمیر پر ایک پورا باب باندھا ہے۔ اپنی اس نظم میں اقبال عالم ارواح میں بعض علماء صوفیوں ادیبوں شاعروں اور انسانیت کے لیے فلاح و بہبود کے کام کرنے والے صاحبان فکر سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ جاوید نامہ میں اقبال نے لکھا ہے کہ عالم ارواح میں ان کی ملاقات کشمیر کے عظیم صوفی بزرگ میر سید علی ہمدانی المعروف شاہ ہمدان سے ہوئی اور پھر اس مثنوی میں آگے چل کر ان کی ملاقات کشمیر کے عظیم شاعر غنی کاشمیری سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ کشمیر اور اہل کشمیر کے متعلق باتیں کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اقبال کے قلب و ذہن، قلم و قرطاس اور افکار و خیالات میں کشمیر رچا بسا ہوا ہے۔ اقبال

اہل کشمیر کی عقابی نگاہ، جفاکشی، محنت اور سخت جانی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کشمیریوں کا وجود وطن کی مٹی سے گندھا ہوا ہے اور ان درخشاں ستاروں کا مطلع بھی کشمیر ہی کی سرزمین ہے:

تیز بین و پختہ کار و سخت کوش
از نگاہ آں فرنگ اندر خروش
اصل شاں از خاک دامن گیر ماست
مطلع ایں اختراں کشمیر ماست

اقبال کے آخری مجموعہ کلام ”ارمغان حجاز“ کے اوراق بھی ذکر کشمیر سے مہک رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے ارمغان حجاز میں تقریباً انیس (۱۹) نظمیں کشمیر کی نظر کی ہیں۔ انیس نظموں میں تقریباً سات سے آٹھ ایسی نظمیں ہیں جس میں کشمیر اور متعلقہ کشمیر کا ذکر براہ راست ملتا ہے اور باقی نظمیں بذریعہ تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی سلسلہ فکر کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں اور ان نظموں کے ذریعہ ان کا مقصود اہل کشمیر کو ان کی قدر و قیمت بتانا اور ان کی سوئی ہوئی صلاحیتوں کو جگانا ہے۔ ارمغان حجاز کے آخر میں اقبال نے ”ملازادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض“ کے نام سے ایک عنوان قائم کیا ہے اور یہ ساری نظمیں اسی عنوان کے تحت لکھی گئی ہیں۔ وادی لولاب کشمیر کی ایک خوبصورت وادی کا نام ہے جس کو رعنائی اور دل آویزی کے اعتبار سے پورے کشمیر کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔ جس کی منظر کشی کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ اے وادی لولاب تیری خوبصورتی انتہا کو پہنچی

ہوئی ہے اور تیرے چشموں کا پانی سیماب کی طرح تڑپتا ہوا صاف و شفاف ہے مرغان سحر تیری فضاؤں میں ادھر ادھر اڑتے پھر رہے ہیں:

پانی ترے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب
مرغان سحر تیری فضاؤں میں ہیں بیتاب
اے وادی لولاب
گر صاحب ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب
دیں بندہ مومن کے لیے موت ہے یا خواب
اے وادی لولاب
ہے ساز پہ موقوف نوا ہائے جگر سوز
ڈھیلے ہوں اگر تار تو بیکار ہے مضراب
اے وادی لولاب

اقبال کے تخلیقی رویوں پر جن باتوں کا ذکر میں نے اوپر کیا وہ باالواسطہ تھے لیکن ان کے بعض اشعار میں بلا واسطہ کشمیر پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ جن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اقبال کی نظر میں کشمیر کیسا ہے اور اسے کیسا ہونا چاہیئے۔ بعض اشعار ایسے ہیں جو آج بھی اپنی معنویت کے اعتبار سے ہماری فکر کو مہمیز کرتے ہیں:

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایران صغیر
کہہ رہا ہے داستاں بیدردیٔ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر

چہ بے پرواہ گذاشتند از نوائے صبحگاہ من
کہ برد آں شور و مستی از سیہ چشمان کشمیری
خاک کے ضمیر میں ہے آتش چنار نہیں
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاک ارجمند
متانت شکن تھی ہوائے بہاراں
غزل خواں ہوا پیرک اندرابی
چھپے رہیں گے زمانے کی آنکھ سے کب تک
گہر ہیں آب وُلر کے تمام یک دانہ
ہمالہ کے چشمے ابلتے ہیں کب تک
خضر سوچتا ہے وُلر کے کنارے

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اقبال کی شاعری میں جہاں کہیں بھی فطرت کی عکاسی کی گئی ہے وہاں بذات خود کشمیر کا ذکر آیا ہو یا نہ آیا ہو اس کے پس منظر میں کشمیر کی وادی کا حسن ضرور پوشیدہ نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال کی فکر میں جو حسن کی کارفرمائی نظر آتی ہے اس کا صل محور کشمیر ہی ہے۔ کشمیر کی سرزمین سے اقبال کے روحانی روابط کے یہ بین ثبوت ہیں اور انکے تخلیقی رویہ پر اس سرزمین کے گہرے نقوش بھی اس کا اعلان کرتے ہیں کہ اقبال کو اس سرزمین سے کتنا انس تھا۔

☆☆☆☆☆